عبدالرشید راشد
جوہر آباد

قلندر ہرچہ گوید- دیدہ گوید!

نقیب ختم نبوت کے شمارہ ۹ بابت ماہ ستمبر ۲۰۰۰ء کے صفحہ ۲۴ پر جماعت اسلامی کے حوالے سے محترم حافظ ارشاد احمد دیوبندی کا ایک مضمون بعنوان "قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید" شائع ہوا۔ ادارہ کو مضمون کے بعض مندرجات سے اتفاق نہیں تھا، تاہم حافظ صاحب کے نقطۂ نظر کے طور پر شائع کر دیا۔ اس کے ردِ عمل میں ہمارے بزرگ کرم فرما اور قلمی معاون محترم عبدالرشید ارشد صاحب (جوہر آباد) کا ایک مضمون اسی عنوان کے تحت موصول ہوا۔ حسنِ اتفاق سے اس کے بھی بعض مندرجات سے ادارہ کو اختلاف ہے اور ہم اسے بھی نقطۂ نظر کے طور پر شائع کر رہے ہیں۔ ادارہ کا اختلافی نوٹ حواشی میں درج ہے۔ ہمارے نزدیک دونوں بزرگ قابلِ احترام ہیں۔ اختلاف رائے کوئی بُری شے نہیں لیکن نزاع بہرحال ناپسندیدہ عمل ہے۔ دونوں مضامین کی اشاعت کے بعد ہم اس بحث کو ختم کر رہے ہیں۔ (مدیر)

"نقیب ختم نبوت" ستمبر کے شمارہ کے صفحہ ۲۴ پر، ظاہر پیر کے حافظ ارشاد احمد صاحب دیوبندی کا عنوان بالا پر مختصر کالم ہمارے سامنے ہے جو جماعت اسلامی کی مذمت اور مولانا احمد علیؒ صاحب لاہوری کی مومنانہ بصیرت کے محور پر گھومتا ہے۔

راقم الحروف نہ تو جماعت اسلامی کا رکن ہے نہ ہی متفق یا کارکن ہے۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں احرار کے رضا کار کی حیثیت سے فیصل آباد سے مارچ کی یکم تاریخ کو مولانا تاج الدین صاحب کی قیادت میں لاہور جانے والے قافلے میں شامل تھا جو راستے میں پولیس کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتا شام کو مسجد وزیر خان پہنچا۔ مسجد وزیر خاں میں 6 مارچ تک احتجاجی قافلوں کے ساتھ لاٹھی گولی انجوائے کرتا رہا مسجد وزیر خاں کے مورچہ پر پہرہ دیتا رہا اور 6مارچ کی رات 510 رضا کاران کے ساتھ گرفتار ہو کر 26 دن بورسٹل جیل میں بند رہنے کے بعد کورٹ مارشل سے 11 ماہ قید بامشقت کا پروانہ لیئے سنٹرل جیل داخل ہوا۔

یہ تفصیل اپنے آپ کو احراری ثابت کرنے کے لئے لکھی ہے کہ حافظ صاحب مجھے "دشمن" یا "دشمن کا ایجنٹ" نہ سمجھ لیں مسلک کے لحاظ سے دیوبندی ہوں اور جیل سے مولانا حسین احمد مدنی کے نام لکھے گئے خط سے، پریشان بھی ہوا کہ جیل میں خط سنسر ہوا تھا اسی سنٹرل جیل کے دیوانی گھر میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ صاحب اور مولانا جالندھری، مولانا شجاع آبادی صاحبان وغیرہ سے دستر خوان پر ملاقات ہوئی اور راقم الحروف کی زندگی کا اعزاز ہے کہ محترم سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے حوصلہ دینے کے لئے کندھے پر تھپکی دی اور اپنے دست مبارک سے لقمہ منہ میں ڈالا، چائے کی پیالی بنا کر دی۔ شاہ صاحب کی محبت کا لمس آج بھی میرا سرمایۂ حیات ہے۔

حافظ ارشاد احمد صاحب نے جس انداز سے قلندر ہرچہ گوید! کا آغاز فرمایا ہے وہ ایک فاضل دیوبند عالمِ دین کے مقام و مرتبہ سے فروتر ہے۔ دینی اور سیاسی جماعتوں سے لوگ نکلتے بھی ہیں، لوگ داخل بھی ہوتے ہیں۔ لوگوں کا آنا جانا نہ معیار حق ہوتا ہے اور نہ ہی معیار باطل۔ انسانوں کی برادری میں یہ فطری عمل ہے۔ یہ تو ایک باپ کی اولاد میں بھی ہو جاتا ہے۔ اگر حافظ صاحب کا فارمولا تسلیم کر لیا جائے تو مجلس احرار اسلام سے صاحبزادہ فیض الحسن یا

دوسرے جانے والوں کے حوالے سے کیا رائے قائم کی جائے گی اور احرار اسلام کے مقام کا تعین کیا رہے گا۔ قلندرانہ سوچ کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے۔

یقین اور تجربے کی بنیاد پر ہمارے نزدیک محترم سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے اپنے مقام و مرتبہ کے باوجود، اپنے وقت کے صاحب بصیرت قلندر تھے۔ ان کی بصیرت کے شواہد آج بھی گردوپیش بکھرے نظر آتے ہیں۔ قیام پاکستان سے قبل ایک نوجوان وکیل، شاہ صاحب کی تقریر سے متاثر ہو کر شاہ صاحب کے قافلہ میں شمولیت کی خاطر جب سامنے آیا اور اپنے ارادے کا اظہار کیا تو شاہ صاحب محترم نے نوجوان کے کندھے پر محبت بھرا ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ نوجوان اگر صرف تقاریر سننی ہیں جیسے یہ قوم سن رہی ہے تو تمہاری خواہش درست ہے اور کچھ عملی کام کرنے کا ارادہ ہے تو تم دوسرے سید سے جاملو۔ نوجوان نے دوسرے سید، کا پتہ پوچھا تو بخاری صاحبؒ کی راہنمائی سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی طرف تھی۔ وہ نوجوان، الحمدللہ آج بھی زندہ ہمارے درمیان موجود ہے اگر حافظ صاحب تصدیق چاہیں تو۔(۱)

(۱)"یہ نوجوان وکیل جماعت اسلامی کے سابق امیر میاں طفیل محمد ہیں اور متعدد بار وہ اپنے حوالے سے یہ روایت بیان کر چکے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان کے حافظہ نے دھوکہ کھایا ہے اور انہوں نے مولانا مودودی سے اپنی محبت کے غلو میں حضرت امیر شریعت کے الفاظ میں اپنے جذبات بھی شامل فرما دیئے ہیں۔ ورنہ اس جملہ کے کیا معنیٰ ہیں کہ "اگر تقاریر سننی ہیں تو تمہاری خواہش درست ہے اور کچھ عملی کام کرنے کا ارادہ ہے تو تم دوسرے سید سے جاملو" گویا حضرت امیر شریعت اور ان کی جماعت مجلس احرار اسلام کے دیگر اکابر اپنی تقاریر سے قوم کا وقت ضائع کر رہے تھے اور عملی کام صرف مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کر رہی تھی۔ فیا اسفیٰ علی فرطتم فی جنب اللہ اگر یہی بات تھی تو پھر حضرت شاہ صاحب اپنی جماعت کو ختم کر کے تمام اکابر اور کارکنوں سمیت مولانا مودودی کی رفاقت اختیار کرتے اور جماعت اسلامی میں شامل ہو جاتے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے بعد ۱۹۵۶ء تک حضرت امیر شریعت نے لاہور، راولپنڈی اور لائل پور (فیصل آباد) میں کانفرنسوں سے خطاب کرتے ہوئے جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے بارے میں جو ریمارکس دیئے وہ ریکارڈ پر موجود ہیں اور نوجوان وکیل کی روایت کے ردّ میں انہیں پیش کیا جا سکتا ہے۔ مگر عصر حاضر میں دینی تحریکوں کو درپیش مسائل کے ساتھ اس بحث کا تعلق نہیں ہے اور نہ ہی دین کی اجتماعی جدوجہد کے یہ تقاضے ہیں اس بحث کا تعلق تاریخ سے ہے اور تاریخ کی کتابوں میں تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے حوالے سے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے داعیانہ عملی کردار، ان کی جماعت مجلس احرار اسلام اور جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے دورخے عمل کی تفصیلات موجود ہیں۔ جن کے بیان کا موقع نہیں۔ اس کیلئے ملاحظہ فرمائیں (۱) "میاں طفیل محمد کا نیا شگوفہ" از قمر الحسنین ماہنامہ نقیب ختم نبوت شمارہ نمبر ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۸۹ء صفحہ ۲۲

(۲) "بیان صادق" بہ سلسلہ جماعت اسلامی اور تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء از ماسٹر تاج الدین انصاریؒ مکتبہ احرار اسلام لاہور" (مدیر)

صفحہ 24 پر آخری تیسری لائن میں حافظ صاحب نے، ہمارے نقطہ نظر سے، انکشاف، فرمایا کہ جب علماء حق نے جماعت اسلامی کا پول کھولا تو "علمائے اسلام کو ایسی غلیظ اور خبیث گالیوں سے نوازا گیا کہ توبہ ہی بھلی"۔ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن جس سینے میں ہو وہ جھوٹ نہیں بول سکتا کہ خود قرآن جھوٹے پر لعنت اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت کی وعید سناتا ہے۔ مگر لیطمئن قلبی۔ کے طور پر ہم محترم سید کفیل بخاری صاحب کے حوالے سے طبع شدہ وہ گالیاں جو غلیظ بھی ہیں اور خبیث بھی دیکھنا پسند کریں گے کہ اس اطمینان قلب کے بعد مکمل یک سوئی کے ساتھ حافظ صاحب کے دست راست بن کر جماعت کے بخیئے ادھیڑیں۔(۲)

(۲) "میں اس خدمت سے بوجوہ قاصر ہوں "لیطمئن قلبی" کیلئے کوئی بہتر حوالہ تلاش کیا جاسکتا ہے" (مدیر)

قاضی حسین احمد امریکہ گئے تو مولانا احمد علی لاہوری صاحب کی مومنانہ فراست قرآن سے نظر آ گئی مگر اسی قرآن میں حافظ صاحب کو یہ کیوں نظر نہ آسکا کہ "مومنو! بہت زیادہ گمان نہ کرو کہ اکثر گمان گناہ ہوتے ہیں" ویسے احرار کے راہنما بھی باہر جاتے ہیں۔ ہر مسلک کے علماء یورپ اور امریکہ کے چکر لگاتے ہیں۔ ان میں دیوبندی اور بریلوی مکتب فکر کے لوگ زیادہ ہیں بقول حافظ ارشاد احمد صاحب اگر مومنانہ بصیرت کا فیصلہ یہی ہے کہ ہر باہر جانے والا ضمیر فروش اور بکاؤ مال ہے تو ان دیوبندی، بریلوی علماء کے متعلق کیا فیصلہ ہے جو سال میں بڑی باقاعدگی سے ایک ایک دو چکر لگاتے ہیں۔

جس ثبوت کا حافظ ارشاد احمد صاحب حوالہ دیتے ہیں کہ مولانا مودودیؒ کو امریکہ سے ایک ایک لاکھ ڈالر کے منی آرڈر آتے خود علماء نے دیکھے ہیں۔ جب ہفت روزہ قندیل لاہور میں بڑا ڈالر بھرا یہ فیچر شائع ہوا تھا تو عقلمندوں نے علماء کی عقل کا ماتم کیا تھا کہ ان دنوں منی آرڈر سے رقم آنے کی حد صرف /300 روپیہ تھی۔ اور پھر یہ بھی، کہ آیا مولوی صاحب محکمہ ڈاک میں ملازم تھے جو ایک ایک لاکھ کے منی آرڈر ان کے ہاتھوں سے تقسیم ہوتے تھے۔ بد نصیبی کی بات یہ ہے کہ دین دشمنوں نے علماء کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر ان سے وہ کچھ کہلوایا جس کا کوئی عقلمند تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اس کی ایک مثال تحریک ختم نبوت کا آغاز تھا۔

راقم الحروف کے والد محترم احرار سے وابستہ تھے اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کی ٹیم کے شیدائی تھے 53ء میں جب تحریک ختم نبوت شروع ہوئی اور راقم نے اس میں شمولیت کی اجازت چاہی تو انہوں نے فرمایا۔ کہ اگر فی الواقعہ یہ درست ہوتا تو ناموس رسالت پر قربان ہونے کے لئے میں خود تمہیں قافلے کے ساتھ شامل کرتا۔ بہر حال میں نے ضد کی اور انہوں نے اجازت دے دی جبکہ ان کے نزدیک علماء کو کرش کرنے کی یہ حکومتی چال تھی۔(۳)

(۳) "تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء درست نہ ہونے اور علماء کو کرش کرنے کی حکومتی سازش کے ادراک کے باوجود محض آپ کی ضد کی بنا پر آپ کو تحریک میں شمولیت کی اجازت دے دینا......... کچھ تو بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا۔ محبت کا انوکھا انداز ہے" (مدیر)

دیوانی احاطہ سنٹرل جیل میں، شاہ صاحب محترم سے اپنی پہلی ملاقات کا جو اوپر ذکر کیا ہے، اسی نشست میں شاہ صاحب کی موجودگی میں قیادت ہی کے ایک فرد نے یہ فرمایا کہ میں نے رضاکاروں سے کہا ہے کہ وہ معافی مانگ کر نکل جائیں اور تحریک کو زندہ رکھیں۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ نظریاتی تحریک کا فرد معافی مانگ کر کس گہرے غار میں

گرتا ہے اور پھر وہ جو جام شہادت پی چکے تھے، ان کے خون کا حساب کہاں گیا۔ راقم کو بھی اس بات سے ذہنی صدمہ ہوا تھا۔ (۴)

> (۴) "رہی بات تحریک کی قیادت میں سے کسی ایک نے کارکنوں کو معافی نامہ لکھ کر جیل سے رہا ہونے اور باہر رہ کر تحریک کو زندہ رکھنے کی تجویز دی، تو عرض ہے کہ کیا دیگر قائدین نے اُن کی بات کو درست تسلیم کیا؟ جس طرح آپ کو ذہنی صدمہ ہوا اسی طرح دوسرے حضرات کو بھی صدمہ ہوا۔ پھر کسی ایک فرد کی غلط بات کو ساری قیادت کے سر تھونپنا کہاں کی دانشمندی اور دیانت ہے۔ یہ بات تب بھی غلط تھی، آج بھی غلط ہے" (مدیر)

امر واقع یہ تھا، جس کا اظہار بعد میں خود راہنماؤں نے کیا کہ عیار شخص کی طرح، جس نے چور سے کہا تھا کہ چوری کا موزوں موقعہ ہے اور اسے آمادہ کرنے کے بعد صاحب خانہ سے کہہ دیا کہ چور پکڑنے کا عمدہ موقعہ ہے۔ دولتانہ نے مرکز میں مستحکم پوزیشن بنانے کی خاطر علماء کی سادگی، اخلاص اور ختم نبوت کے کاز سے اٹوٹ رشتے کو استعمال کیا مگر اس کی منافقت اسے بھی لے ڈوبی۔ (۵)

> (۵) "تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو خواجہ ناظم الدین کی حکومت اور جسٹس منیر نے "احرار احمدی نزاع" قرار دیا اور جماعت اسلامی نے اسے دولتانہ، ناظم الدین کشمکش کا نام دیا۔ اعیانِ حکومت کی طرف سے مخالفت سمجھ میں آتی ہے کہ وہ انگریز اور اس کے گماشتوں کا حق نمک ادا کر رہے تھے۔ مگر جماعت اسلامی کی تنقید و مخالفت کو کس نام سے تعبیر کیا جائے؟
> اگر جماعت اسلامی کے بقول احرار نے یہ تحریک دولتانہ کی سازش کے تحت برپا کی تھی اور یہ تحریک مرکز، صوبہ کشمکش کا حصہ تھی تو کیا جماعت اسلامی اس مقدس تحریک کی مخالفت میں مرکزی حکومت کی نمائندگی کر رہی تھی؟ اگر اسی انداز میں بات بڑھانا مقصود ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ جماعت اسلامی کی مخالفت کی وجہ سے تحریک بہ ظاہر ناکام ہوئی اور اس کا اصل فائدہ قادیانیوں کو پہنچا۔" (مدیر)

ایسے حالات میں اگر کوئی طریقہ کار سے اختلاف کر لے، مگر منزل اس کی بھی وہی ہو، تو قرآن سنت کی کونسی نص اس کو کافر ثابت کرتی ہے۔ جنہوں نے تحریک چلائی انہیں تو چند ماہ کی نظر بندی یا چند سال کی سزا اور بقول حافظ ارشاد صاحب جو ختم نبوت کا "بگوڑا" تھا اسے قادیانی مسئلہ لکھنے کے جرم میں سزائے موت۔ حافظ صاحب محترم سے سوال کیا جا سکتا ہے کہ حکمرانوں کے نزدیک تحریک خطرناک بم تھی یا چھوٹا سا "قادیانی مسئلہ"!۔

ہمیں اس تفصیل میں صرف اس لئے جانا پڑا کہ عزیزم حافظ ارشاد احمد دیوبندی صاحب ریکارڈ درست کر لیں کہ بھلے آدمیوں کو بے بنیاد باتیں پھیلانے سے گریز کرنا چاہیے۔ ورنہ جماعت اسلامی ہماری وکالت کی یقیناً محتاج نہیں ہے۔

ہم نے حافظ محترم کی بات کا اس لئے بھی نوٹس لینا ضروری سمجھا کہ آج ملک میں لادین عناصر کے موثر نیٹ ورک کو توڑنے کے لئے دین کے حوالے سے پہچان رکھنے والے عناصر میں اتحاد و یک جہتی کی ضرورت ہے آج ہم رواداری چھوڑ کر ایک دوسرے میں کیڑے نکالنے لگ گئے تو انہیں کھل کھیلنے کا موقع مل جائے گا۔ N G O مافیا علماء اور باشعور طبقے میں خلیج وسیع کرنے کے لئے صبح دوپہر شام مصروف ہے، بے قرار ہے، ہمیں ان کی

بقیہ 44 پر